حصۂ نظم

- غزل
- نظم
- رباعی

© NCERT not to be republished

غزل

عام طور پر غزل سے شاعری کی وہ صنف مراد لی جاتی ہے جس میں عورتوں سے یا محبوب سے باتیں کی گئی ہوں، گویا کہ بنیادی طور پر غزل کی شاعری عشقیہ شاعری ہے۔ عاشقانہ مضامین اور غنائیت غزل کی خاص پہچان ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ غزل میں دوسرے مضامین بھی داخل ہوتے گئے۔ آج یہ کہا جاسکتا ہے کہ غزل میں تقریباً ہر طرح کے مضامین بیان کیے جاسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غزل آج بھی اُردو کی سب سے زیادہ مقبول صنفِ سخن ہے۔ غزل کا ہر شعر اپنے مفہوم کے اعتبار سے مکمل ہوتا ہے۔ اسی لیے سب سے زیادہ یاد رہ جانے والے اشعار بھی غزل کے ہی ہوتے ہیں۔

جس طرح غزل میں مضامین کی قید نہیں ہے اسی طرح اشعار کی تعداد بھی مقرر نہیں ہے۔ غزل میں عام طور پر پانچ یا سات شعر ہوتے ہیں لیکن کئی غزلوں میں زیادہ اشعار بھی ملتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک ہی بحر اور ردیف و قافیہ میں شاعر ایک سے زیادہ غزلیں کہہ دیتا ہے۔ اس کو ''دوغزلہ''، ''سہ غزلہ'' اور ''چہار غزلہ'' کہا جاتا ہے۔

غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں مطلع کہلاتا ہے۔ غزل میں ایک سے زیادہ مطلعے بھی ہوسکتے ہیں۔ غزل بغیر مطلع کے بھی ہوسکتی ہے۔ غزل کا وہ آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے اس شعر کو مقطع کہتے ہیں۔ کبھی کبھی مطلع میں یا غزل کے درمیان بھی کسی شعر میں شاعر اپنا تخلص استعمال کر لیتا ہے لیکن ایسے شعر کو مقطع نہیں کہیں گے مثال کے طور پر میر تقی میؔر کا یہ مطلع ؎

پھر موج ہوا پیچاں اے میؔر نظر آئی
شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی

غزل کا سب سے اچھا شعر بیت الغزل یا شاہ بیت کہلاتا ہے۔ جس غزل میں ردیف نہ ہو اور شعر قافیے پر ہی ختم ہو جاتے ہوں اس غزل کو غیر مردّف غزل کہتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

مرزا محمد رفیع سوداؔ

(1713 – 1781)

مرزا محمد رفیع نام، سوداؔ تخلص تھا۔ اُن کے والد بغرضِ تجارت کابل سے دہلی آئے اور یہیں آباد ہوگئے۔ سوداؔ دلّی میں پیدا ہوئے اور قدیم رسم و رواج کے مطابق عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ بچپن ہی سے نہایت ذہین اور موزوں طبع تھے۔ ابتدا میں فارسی اشعار کہے اور کچھ دن سلیمان قلی خاں ودؔاد کو اپنا کلام دکھایا۔ اس کے بعد شاہ حاتمؔ کے با قاعدہ شاگرد ہوئے۔

سوداؔ کی شاعری کا شہرہ سُن کر نواب شجاع الدّولہ نے ''برادرِ من، مشفق من'' لکھ کر انھیں لکھنؤ آنے کی دعوت دی۔ سوداؔ اس وقت تو نہ جا سکے، مگر کچھ عرصے کے بعد حالات نے انھیں دلّی چھوڑ کر لکھنؤ جانے پر مجبور کر دیا۔ یہاں نواب شجاع الدّولہ اور ان کے بیٹے نواب آصف الدّولہ کے زمانے میں خاطر خواہ پذیرائی ہوئی اور لکھنؤ میں ہی انتقال کیا۔

سوداؔ نے شاعری کی تمام اصناف میں طبع آزمائی کی ہے مگر قصیدہ گوئی اور ہجو نگاری میں اُن کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ اُن کے قصائد اپنے پُرشکوہ لب و لہجے، مضامین کی تازگی، خیال کی بلندی، کلام کی چستی اور بندش کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ اردو قصیدے کی تاریخ میں کوئی بھی دوسرا شاعر سوداؔ کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔ سوداؔ کے بعد قصیدہ نگاری میں دوسرا بڑا نام ذوقؔ کا ہے۔

سوداؔ مزاجاً قصیدے کے شاعر ہیں۔ لیکن اُن کی غزلیں زبان و بیان کی صفائی اور لہجے کے تیکھے پن کی وجہ سے اپنی خاص پہچان رکھتی ہیں۔

5012CH12

غزل

بہار، بے سپرِ جام و یار گزرے ہے
نسیم تیر سی چھاتی کے پار گزرے ہے
گزر مرا، ترے کوچے میں گو نہیں نہ سہی
مرے خیال میں تو لاکھ بار گزرے ہے
کہے ہے آج ترے در پہ اضطراب نسیم
کہ اس جہاں سے کوئی خاکسار گزرے ہے
میں وہ نہیں کہ کوئی مجھ سے مل کے ہو بد نام
نہ جانے ! کیا تری خاطر میں یار گزرے ہے
گزر مرا تیرے کوچے سے یوں ہے اے ظالم
کہ جیسے ریت سے پانی کی دھار گزرے ہے
مجھے تو دیکھ کے جوش و خروش سوّدا کا
اسی ہی فکر میں لیل و نہار گزرے ہے

(ق)

یہ آدمی ہے کہ سر مارتا پھرے ہے بہ سنگ
کہ موجِ تند سرِ کو ہسار گزرے ہے

ـــــ مرزا محمد رفیع سوّدا

© NCERT not to be republished

مشق

لفظ و معنی:

بے سپر	:	بغیر ڈھال کے مراد بغیر کسی بچاؤ کے
نسیم	:	صبح کی خوش گوار ہوا
اضطراب	:	بے چینی، بے قراری
خاکسار	:	خاک کی مانند، عاجز، حقیر
جوش و خروش	:	بہت زیادہ جوش اور تیزی
لیل و نہار	:	رات اور دن
بہ سنگ	:	پتھر سے
موجِ تند	:	تیز لہر، تیز جھونکا
کوہسار	:	پہاڑی یا پہاڑی سلسلہ

© NCERT not to be republished

غور کرنے کی بات:

- جب شاعر غزل کے کسی شعر کے دو مصرعوں میں اپنی بات مکمل کرنے سے قاصر رہتا ہے تو وہ اسے چار یا اس سے زیادہ مصرعوں میں پھیلا کر بیان کرتا ہے ایسے اشعار کو قطعہ بند کہتے ہیں۔ جیسے سوؔدا کی اس غزل کے آخری چار مصرعے قطع بند ہیں۔

سوالوں کے جواب لکھیے:

1۔ ''نسیم تیری چھاتی کے پار گزرے ہے'' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

2۔ ''میں وہ نہیں کہ کوئی مجھ سے مل کے ہو بدنام'' سے شاعر کا کیا مطلب ہے؟

3۔ مقطعے کے قطعہ بند اشعار میں شاعر نے اپنی کس کیفیت کا اظہار کیا ہے؟

عملی کام:

- اس غزل کے اشعار میں شاعر نے جہاں جہاں اضافت کا استعمال کیا ہے ان کی نشاندہی کیجیے۔
- اس غزل کے قافیوں کی فہرست بنایئے۔

© NCERT not to be republished

شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ

(1789 – 1854)

شیخ محمد ابراہیم نام اور ذوقؔ تخلص تھا۔ ذوقؔ نے ابتدائی تعلیم حافظ غلام رسول سے حاصل کی۔ اسی زمانے میں شاعری کا شوق پیدا ہوا اور اپنے وقت کے مستند استاد شاہ نصیر کے شاگردوں میں شامل ہوگئے۔ رفتہ رفتہ مشقِ سخن اور اپنی ذہانت کے باعث وہ بہت کم عمری میں استادی کے مرتبے کو پہنچ گئے۔ بہادر شاہ ظفرؔ کی استادی کا فخر بھی حاصل ہوا اور خاقانیِ ہند اور ملک الشعرا کے خطابات سے سرفراز کیے گئے۔ بادشاہ کی سرپرستی میں ذوقؔ کی زندگی آرام و آسایش سے بسر ہوئی۔

ذوقؔ کو موسیقی اور علمِ نجوم سے کافی دل چسپی تھی۔ عربی و فارسی اور دیگر مشرقی علوم کے عالم تھے۔ لیکن ان کا اصل کمال ان کی شاعری سے ظاہر ہوا۔ شاعری ان کی معاش کا ذریعہ بنی اور یہی فن اُن کی قدر و قیمت کا وسیلہ بھی ثابت ہوا۔

ذوقؔ نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی، قصیدہ ان کا اصل میدان ہے۔ اس صنف میں صرف سوداؔ ان سے آگے ہیں۔ انھوں نے اپنے قصیدوں میں شوکتِ الفاظ، بلند خیالی اور معنی آفرینی کے ساتھ مختلف علوم کی اصطلاحات سے بھی کام لیا ہے۔

غزل گوئی میں بھی ذوقؔ کا ایک خاص مقام ہے۔ زبان پر قدرت، بیان کی سلاست، روزمرہ اور محاورے پر اپنی گرفت کے لحاظ سے وہ ممتاز ہیں۔

© NCERT not to be republished

5012CH13

غزل

لائی حیات، آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے
کم ہوں گے اس بساط پہ ہم جیسے بد قمار
جو چال ہم چلے سو نہایت بری چلے
ہو عمر خضر بھی تو کہیں گے بوقت مرگ
ہم کیا رہے یہاں، ابھی آئے ابھی چلے
نازاں نہ ہو خرد پہ جو ہونا ہے، ہو وہی
دانش تری، نہ کچھ مری دانشوری چلے
دنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یوں ہی جب تک چلی چلے
جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوقؔ
اپنی بلا سے بادِ صبا اب کبھی چلے

—— شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ

© NCERT not to be republished

مشق

لفظ و معنی:

حیات	:	زندگی
قضا	:	موت، حکمِ خدا
بساط	:	چوسر اور شطرنج کھیلنے کا کپڑا یا تختہ
بدقمار	:	وہ جواری جو غلط چال یا داؤ چلے
بوقتِ مرگ	:	موت کے وقت
فغاں	:	آہ وزاری، واویلا
نازاں	:	ناز کرنے والا، فخر کرنے والا
خرد	:	عقل
دانشوری	:	عقلمندی، دانائی، حکمت
بادِ صبا	:	صبح کی ٹھنڈی ہوا، پُروائی

© NCERT not to be republished

غور کرنے کی بات:

- دوسرے شعر میں ''دل لگے'' اور ''دل لگی'' نے شعر میں بیان کا حسن پیدا کر دیا ہے۔
- کلام میں جب کسی تاریخی واقعے یا کسی شخصیت کا ذکر ہوتا ہے تو اسے صنعتِ تلمیح کہتے ہیں۔ یہاں حضرت خضرؑ کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت خضرؑ اپنی لمبی عمر کے لیے مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے اور بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھاتے رہیں گے۔

سوالوں کے جواب لکھیے:

1۔ اس غزل کے مطلع کا مطلب لکھیے۔

2۔ عمر خضرؑ سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

3۔ ''ہم کیا رہے یہاں، ابھی آئے ابھی چلے'' اس مصرعے کے ذریعے شاعر نے انسانی زندگی کے کس پہلو کی نشاندہی کی ہے؟

4۔ غزل کے مقطع میں چمن سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

عملی کام:

○ اس غزل کے کچھ شعر زبانی یاد کیجیے اور بلند آواز سے پڑھیے۔

© NCERT not to be republished

شاد عظیم آبادی

(1846 – 1927)

علی محمد شاد عظیم آباد (پٹنہ) میں پیدا ہوئے۔ گھر پر عربی فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصے تک انگریزی بھی پڑھی۔ علوم اسلامی کی تحصیل کے ساتھ ساتھ انھوں نے عیسائیوں، پارسیوں اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا۔

نثر و نظم دونوں میں شاد نے کئی تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں ہیں۔ شاد کی غزلوں کا دیوان ان کی وفات کے بعد 1938 میں ''نغمۂ الہام'' کے نام سے شائع ہوا۔ بعد میں ان کی خودنوشت اور متعدد مجموعے منظرِ عام پر آئے۔

شاد نے مثنوی، غزل، قصیدہ، مرثیہ اور دوسری اصناف سخن میں طبع آزمائی کی لیکن ان کی شہرت کا اصل باعث اُن کی سادہ، مترنم اور شیریں غزلیں ہیں۔

© NCERT not to be republished

5012CH14

غزل

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم، اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم
اے شوق پتا کچھ تو ہی بتا اب تک یہ کرشمہ کچھ نہ کھلا
ہم میں ہے دل بے تاب نہاں، یا آپ دلِ بے تاب ہیں ہم
ہے دل میں تڑپتے جی بھر کر پر ضعف نے مشکیں کس دی ہیں
ہو بند اور آتش پر ہو چڑھا سیماب بھی وہ سیماب ہیں ہم
میں حیرت و حسرت کا مارا، خاموش کھڑا ہوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے، آ، کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم
لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں ، منزل پہ پہنچتے ہیں دو اک
اے اہل زمانہ قدر کرو، نایاب نہیں کم یاب ہیں ہم
مرغانِ قفس کو پھولوں نے اے شادؔ! یہ کہلا بھیجا ہے
آجاؤ، جو تم کو آنا ہو، ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

© NCERT not to be republished

ـــــ شادؔ عظیم آبادی

مشق

لفظ و معنی:

نایاب	:	جس کا پانا ممکن نہ ہو، انتہائی قیمتی
تعبیر	:	معنی، تفسیر
ہم نفسو	:	مراد بہت سے دوست، آشنا، رفیق
نہاں	:	چھپا ہوا، پوشیدہ
پایاب	:	اتنا پانی جسے چل کر پار کیا جا سکے، اتھلا پانی، کم پانی
کم یاب	:	جو چیز کم پائی جائے
مرغانِ قفس	:	پنجرے میں قید پرندے
شاداب	:	ہرا بھرا، سرسبز، تروتازہ
ضعف	:	کمزوری
مشکیں کسنا	:	ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ دینا مراد بے بسی، مجبوری
سیماب	:	پارہ

غور کرنے کی بات:

- غزل کے تیسرے شعر میں شاعر نے اپنی بے بسی کو اس پارے (سیماب) سے تشبیہ دی ہے جو آگ پر رکھے ہوئے برتن میں بند ہے۔

سوالوں کے جواب لکھیے:

1۔ ''نایاب ہیں ہم'' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

© NCERT not to be republished

2۔ غزل کے پانچویں شعر کی وضاحت کرتے ہوئے نایاب اور کم یاب کا فرق بیان کیجیے۔

3۔ 'حیرت وحسرت کے مارے' شاعر سے، دریائے محبت کیا کہتا ہے؟

عملی کام:

- یہ غزل زبانی یاد کیجیے۔
- غزل کے قافیوں کی نشان دہی کیجیے۔
- غزل کے ان دو اشعار کی نشان دہی کیجیے جس میں غزل کی ردیف 'ہم' شاعر کے بجائے کسی اور کے لیے استعمال کی گئی ہو۔

© NCERT not to be republished

فانؔی بدایونی

(1879 – 1941)

شوکت علی خاں نام، پہلے شوکت اور بعد میں فانؔی تخلص اختیار کیا۔ اتر پردیش کے ضلع بدایوں میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد پولس کے محکمے میں انسپکٹر تھے۔ فانؔی نے 1897 میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ 1901 میں بریلی کالج بریلی سے بی۔اے۔ پاس کرنے کے بعد ملازمت اختیار کی۔ کچھ عرصے تک مدرس رہے، بعد میں ملازمت ترک کردی اور 1908 میں ایم۔اے۔او کالج، علی گڑھ (موجودہ مسلم یونیورسٹی) سے ایل ایل۔بی۔ کی ڈگری حاصل کی۔ اِس کے بعد لکھنؤ، آگرہ، اٹاوہ، بریلی اور بدایوں میں وکالت کی، لیکن فانؔی کو وکالت سے دل چسپی نہ تھی۔ اِس لیے اِس پیشے میں انھیں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ 1932 میں مہاراجہ کِشن پرشاد کی دعوت پر حیدرآباد پہنچے۔ مہاراجہ کے دربار سے وابستہ رہنے کے ساتھ ساتھ وہ حیدرآباد کے ایک سرکاری اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہوگئے۔ فانؔی کے آخری ایام تنگ دستی اور پریشانی میں گزرے۔ ان کا انتقال حیدرآباد میں ہوا۔ فانؔی کا یہ مقطع اُن کی زندگی پر صادق آتا ہے:

فانی ہم تو جیتے جی وہ میت ہیں بے گور و کفن
غربت جس کو راس نہ آئی اور وطن بھی چھوٹ گیا

فانؔی نے پہلی غزل 1890 میں یعنی گیارہ سال کی عمر میں کہی۔ ان کے والد شاعری کے خلاف تھے۔ اس لیے فانی چھپ کر شعر کہتے تھے۔ زیادہ تر کلام تلف ہوگیا، جو کچھ بچا وہ ''باقیاتِ فانی'' (1926) کے نام سے شائع ہوا۔ بعد میں دیگر اور مجموعے ''عرفانیاتِ فانی'' (1939) اور ''وجدانیاتِ فانی'' (1940) کے نام سے منظرِ عام پر آئے۔

فانؔی کا شمار اُردو کے ممتاز غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ شاعری میں درد و غم کے مضامین کی کثرت کے باعث فانؔی کو یاسیات کا امام کہا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

5012CH15

غزل

دنیا میری بلا جانے ، مہنگی ہے یا سستی ہے
موت ملے تو مفت نہ لوں، ہستی کی کیا ہستی ہے

آبادی بھی دیکھی ہے ویرانے بھی دیکھے ہیں
جو اجڑے اور پھر نہ بسے، دل وہ نرالی بستی ہے

جان سی شے بک جاتی ہے ایک نظر کے بدلے میں
آگے مرضی گاہک کی، ان داموں تو سستی ہے

جگ سونا ہے تیرے بغیر، آنکھوں کا کیا حال ہوا
جب بھی دنیا بستی تھی، اب بھی دنیا بستی ہے

آنسو تھے سوخشک ہوئے جی ہے کہ امڈا آتا ہے
دل پہ گھٹا سی چھائی ہے، کھلتی ہے نہ برستی ہے

دل کا اجڑنا سہل سہی، بسنا سہل نہیں ظالم
بستی بسنا کھیل نہیں بستے بستے بستی ہے

فانؔی! جس میں آنسو کیا، دل کے لہو کا کال نہ تھا
ہائے وہ آنکھ اب پانی کی دو بوندوں کو ترستی ہے

ـــــ فانؔی بدایونی

© NCERT not to be republished

مشق

لفظ و معنی:

ہستی	:	وجود، زندگی
کال	:	قحط، کمی
سہل	:	آسان

غور کرنے کی بات:

- حسرت و یاس فانؔی کی شاعری کی بنیادی خصوصیات ہیں۔
- اس غزل میں فانؔی نے بعض جگہ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جیسے ''مہنگی سستی''، ''موت ہستی'' وغیرہ ان متضاد الفاظ کے استعمال سے شعر کی معنویت میں اضافہ ہوا ہے۔ الفاظ کے اس استعمال کو صنعت تضاد کہا جاتا ہے۔

© NCERT not to be republished

سوالوں کے جواب لکھیے:

1۔ شاعر نے دل کو نرالی بستی کیوں کہا ہے؟

2۔ 'ہستی کی کیا ہستی ہے' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

3۔ 'بستی بسنا کھیل نہیں، بستے بستے بستی ہے'، اس مصرعے میں پہلے لفظ بستی اور دوسرے لفظ بستی کے فرق کو واضح کیجیے۔

عملی کام:

- اس غزل کے قافیوں کی نشاندہی کیجیے۔
- ذیل کے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

جگ بستی گھٹا سہل لہو کال

اصغؔر گونڈوی

(1884 – 1936)

اصغر حسین نام اور اصغؔر تخلص تھا۔ اصل وطن گورکھپور تھا۔ لیکن آپ کے والد جو قانون گو تھے، ملازمت کے سلسلے میں ایک طویل مدّت تک گونڈہ میں رہے۔ اس لیے آپ اصغؔر گونڈوی کے نام سے مشہور ہو گئے۔

اصغؔر ایک پرہیز گار انسان تھے، مگر ان کے مزاج میں رنگینی اور شگفتگی بھی تھی۔ طبیعت تصوّف کی طرف مائل تھی۔ الہ آباد میں ہندوستانی اکیڈمی کی ملازمت کے سلسلے میں ایک مدّت تک قیام رہا اور اکیڈمی کے سہ ماہی رسالے ''ہندوستانی'' کے ایڈیٹر رہے۔

اصغر کم گو شاعر تھے۔ ان کے کلام کے صرف دو چھوٹے چھوٹے مجموعے ''سرودِ زندگی'' اور ''نشاطِ روح'' شائع ہوئے۔ ان کے منفرد رنگ کی ابتدا ''نشاط روح'' سے ہوتی ہے۔ زبان و بیان اور خیالات دونوں اعتبار سے ان کا کلام بہت صاف ستھرا ہے۔ ان کے لب ولہجہ میں ایک خاص سنجیدگی، اسی کے ساتھ ساتھ سرشاری کی کیفیت، زبان و بیان میں ایک عالمانہ وقار اور خیالات میں پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ تصوف اور معرفت کے مضامین بہت عمدگی کے ساتھ نظم کرتے ہیں۔

غزل

5012CH16

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ہوا، اسے غمِ جاناں بنا دیا

میں کامیابِ دید بھی محروم دید بھی
جلووں کے ازدحام نے حیراں بنادیا

یوں مسکرائے ، جان سی کلیوں میں پڑگئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

اے شیخ! وہ بسیط حقیقت ہے کفر کی
کچھ قید و رسم نے جسے ایماں بنا دیا

وہ شورشیں، نظامِ جہاں جن کے دم سے ہے
جب مختصر کیا انھیں انساں بنادیا

ہم اس نگاہِ ناز کو سمجھے تھے نیشتر
تم نے تو مسکرا کے رگِ جاں بنا دیا

—— اصغرؔ گونڈوی

© NCERT not to be republished

مشق

لفظ و معنی:

آلامِ روزگار	:	الم کی جمع، دنیا کے غم
غمِ جاناں	:	محبوب کا غم
ازدحام (اژدہام)	:	ہجوم، بھیڑ
لب کُشا	:	منھ کھلا ہوا
بسیط	:	پھیلا ہوا، کشادہ
شورشیں	:	شورش کی جمع، ہنگامہ، بدامنی، افراتفری
نیشتر	:	چیرا لگانے والا چاقو، نشتر

© NCERT not to be republished

غور کرنے کی بات:

○ لفظ ازدحام کو اژدہام لکھنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ یہ لفظ دونوں طرح درست سمجھا جاتا ہے۔

سوالوں کے جواب لکھیے:

1۔ ’’آلامِ روزگار‘‘ کو شاعر نے اپنے لیے کس طرح آساں بنایا ہے، واضح کیجیے؟

2۔ کامیابِ دید اور محرومِ دید کی وضاحت کیجیے۔

3۔ ’’جلووں کے اِزدحام‘‘ سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

4۔ شاعر نے محبوب کی مسکراہٹ کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

عملی کام:

- نیچے دیے گئے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

بسیط   شورش   مختصر   گلستاں

- اپنے استاد سے دریافت کر کے چند ایسے شعر لکھیے جس میں انسان کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

یاسؔ یگانؔہ چنگیزی

(1883 – 1956)

مرزا واجد حسین نام، پہلے یاس تخلص کرتے تھے، بعد میں یگانہ ہو گئے۔ ابتدا میں مولوی سید علی خاں بیتابؔ سے اصلاح سخن لیتے تھے، بعد میں شادؔ عظیم آبادی کے شاگرد ہو گئے۔ 1904 میں کلکتہ گئے، وہاں بیماری نے طول کھینچا تو علاج کے لیے لکھنؤ آئے۔ لکھنؤ ہی میں شادی کی اور یہیں بس گئے۔ لکھنؤ کے زمانہ قیام میں کئی ہم عصروں سے ان کے معرکے رہے۔ لکھنؤ میں غالبؔ کے کلام کی مقبولیت کے باعث یگانؔہ مرزا غالبؔ کے خلاف ہو گئے۔ خود کو غالبؔ شکن کہتے تھے۔

ان کی شخصیت میں خود پسندی بہت تھی۔ آزادہ روی ان کے مزاج کی خاصیت تھی۔ کلام میں قوت اور زور کے ساتھ ساتھ تلخی بہت ہے۔ ان کی شاعری میں ایک خاص طرح کی انفرادیت کا رنگ حاوی ہے۔ بول چال کے ایسے الفاظ بھی جو ادبی زبان کا حصہ نہیں ہیں، معنی میں تیزی اور تندی لانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ ان کی رباعیاں بھی مشہور ہیں۔ کلام کے مجموعے ''آیات وجدانی'' اور ''گنجینہ'' کے نام سے شائع ہوئے۔ ان کا کلیات اردو کے نامور محقق مشفق خواجہ نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

© NCERT not to be republished

غزل

5012CH17

ادب نے دل کے تقاضے اٹھائے ہیں کیا کیا
ہوس نے شوق کے پہلو، دبائے ہیں کیا کیا

اسی فریب نے مارا، کہ کل ہے کتنی دور
اس آج کل میں عبث دن گنوائے ہیں کیا کیا

کسی کے روپ میں تم بھی تو اپنے درشن دو
جہاں میں شاہ و گدا رنگ لائے ہیں کیا کیا

پہاڑ کاٹنے والے زمیں سے ہار گئے
اسی زمین میں دریا سمائے ہیں کیا کیا

بلند ہو، تو کھُلے تجھ پہ راز پستی کا
بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگائے ہیں کیا کیا

خوشی میں اپنے قدم چوم لوں، تو زیبا ہے
وہ لغزشوں پہ مری مسکرائے ہیں کیا کیا

خدا ہی جانے یگانہ میں کون ہوں کیا ہوں
خود اپنی ذات پہ شک دل میں آئے ہیں کیا کیا

—— یاس یگانہ چنگیزی

© NCERT not to be republished

مشق

لفظ و معنی:

ہوس	:	ایسی خواہش جو ختم ہونے میں نہ آئے، سب کچھ پا لینے کی خواہش
عبث	:	بے کار، فضول
درشن	:	دیدار، جلوہ
شاہ و گدا	:	بادشاہ اور فقیر
پستی	:	گراوٹ، نچلی سطح
زیبا	:	خوشنما، خوبصورت
لغزش	:	غلطی، بھول، خطا، لڑکھڑاہٹ

© NCERT not to be republished

غور کرنے کی بات:

- غزل کے مقطع میں یگانہ اپنے وجود کی اصلیت پر شک کرتے ہیں اور اس کے ساتھ خدا ہی جانے کہہ کر یہ واضح کر دیتے ہیں کہ وہ جو بھی ہیں خدا جانتا ہے۔ اس طرح اپنے آپ پر شک کرنا اور خدا ہی جانے کہنا نئی بات ہے۔

سوالوں کے جواب لکھیے:

1۔ مطلع میں ادب اور ہوس کے الفاظ سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

2۔ شاعر کو کس فریب نے مارا؟ بیان کیجیے۔

3۔ ''کسی کے روپ میں تم بھی تو اپنے درشن دو'' شاعر یہ کس سے کہہ رہا ہے؟

عملی کام:

- بلندی اور پستی متضاد الفاظ ہیں۔ اس غزل سے ایسے اور متضاد الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔
- پہاڑ کاٹنا ایک محاورہ ہے جس کے معنی ہے، مشکل کام انجام دینا۔ آپ پانچ محاورے یاد کر کے لکھیے۔

© NCERT
not to be republished